© rasailojaraid.com

شاہ ولی اللہ کے سفر نامۂ حج "فیوض الحرمین" پر ایک نظر

ڈاکٹر محمد امین

سینئر مدیر اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور

فیوض الحرمین شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کا سفر نامہ حرمین ہے۔ اصل کتاب عربی میں ہے اور اس کے کئی اردو تراجم دستیاب ہیں۔ تصوف کے دیگر لٹریچر کی طرح اس سفر نامے کی عبارت بھی غامض بلکہ مبہم ہے اور اصطلاحات تصوف کی کثرت نے اسے ادق اور مغلق بنادیا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ۱۱۴۳ھ میں حج کیا یعنی آج سے تقریباً ۲۷۵ قمری سال پہلے۔ یہ سفر نامہ اس لحاظ سے عجیب اور منفرد ہے کہ اس میں سفر کے کوئی حالات بیان کئے گئے نہ ان جذبات کی عکاسی کی گئی ہے جو ایک دینی مزاج اور حساس طبیعت کے حامل مسلمان کے دل ودماغ پر مرتسم ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنی علمی اور درسی مصروفیات کا بھی ذکر نہیں کیا حالانکہ خود ان کے بقول وہ ایک سال سے زیادہ حجاز میں رہے اور حرمین کے اساتذہ سے باقاعدہ کتب حدیث پڑھیں اور سند اجازت لی، بلکہ اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مؤلف نے اس دوران حرمین خصوصاً نبی اکرم ﷺ سے کیا روحانی اور علمی فیوض حاصل کیے۔

خود شاہ صاحب کتاب کے مقدمے میں کہتے ہیں:

"سب سے بڑی نعمت جس سے کہ اللہ نے مجھے سرفراز فرمایا، یہ ہے کہ ۱۱۴۳ھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اس کے بعد کے سال میں اس نے مجھے اپنے مقدس گھر کے حج کی اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی توفیق دی۔ لیکن اس سلسلے میں اس نعمت سے بھی کہیں زیادہ بڑی سعادت جو میسر آئی' وہ یہ تھی کہ اللہ تعالےٰ نے اس حج کو میرے لیے مشاھدات باطن اور انکشاف حقائق کا ذریعہ بنایا اس حج و زیارت کے ضمن میں مجھے جو نعمت عطا کی گئی وہ میرے نزدیک سب سے بلند تر ہے میں چاہتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے حج کے ان مشاھدات باطن میں جو اسرار و رموز مجھے تلقین فرمائے ہیں' ان کو ضبط تحریر میں لے آؤں' اور نیز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت سے زیارت مدینہ منورہ کے دوران میں جو کچھ میں نے استفادہ کیا ہے' اس کو لکھ دوں"(۱)

فیوض الحرمین کا موضوع اور مواد

فیوض الحرمین میں شاہ صاحب نے جو کچھ لکھا ہے اسے مشاھدات و تحقیقات کا نام دیا ہے کتاب کے مشاھدات و تحقیقات کا جائزہ لینے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں ۴۷ مشاھدات اور ۱۲ تحقیقات ہیں۔ ان مشاہدات و تحقیقات کا مواد اور اس کے موضوعات متنوع ہیں۔ ۴۷ مشاہدات میں سے تصوف پر ۲۲' کلام و عقائد پر ۱۱' سیرت النبیؐ پر ۷' فقہ پر ۳ اور اپنی ذات کے بارے میں ۴ مشاہدات ہیں' جبکہ ۱۲ تحقیقات میں سے تزکیہ و تصوف پر ۵' عقائد و کلام پر بھی ۵' اور نبی کریم ﷺ پر ۲ تحریریں ہیں۔ موضوعات کی اس تقسیم سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ جس طرح شاہ صاحبؒ ایک جامع شخصیت کے حامل ہیں اسی طرح ان کی یہ کتاب بھی موضوعات کے لحاظ سے جامعیت کی حامل ہے۔

اس کتاب میں شاہ صاحبؒ کے روحانی مکاشفات ہیں۔ تصوف و سلوک کے اسرار ہیں۔ وحدت الوجود اور تخلیق کائنات کی بحثیں ہیں۔ حکمت و فلسفہ کے نکات ہیں۔ دین و ملت کے بعض اہم بنیادی مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ حنفی فقہ کی چند نادر خصوصیات کا ذکر ہے' علما اور صوفیاء کے نزاع کو سلجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ شیعہ و سنی میں تفضیل علیؓ و تفضیل ابو بکرؓ و عمرؓ کا جو جھگڑا ہے' اس کا حل پیش کیا ہے' ہندوستان میں کفار کے بڑھتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوئے خطرہ کی طرف بھی ایک آدھ جگہ اجمالی اشارہ ہے اور سب سے زیادہ اس پر زور ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے مجددیت' وصایت اور قطبیت کے مقامات پر سرفراز فرمایا ہے' میں قائم الزمان ہوں کہ میرے توسط سے اہل اسلام کو کفار پر غلبہ نصیب ہوگا۔ مجھے "زکی" اور "نقاط علم کا آخری نقطہ" سے ملقب فرمایا گیا ہے وغیرہ۔

یہ سب امور جن کا کہ ذکر ہوا' شاہ صاحبؒ نے ان کو مشاہدات" کے رنگ میں پیش کیا ہے مطلب یہ کہ یہ ساری حقیقتیں ان کے دل پر گذری ہوئی اور ان کی آنکھوں کی دیکھی ہوئی ہیں۔ ظاہر ہے یہاں آنکھوں سے مراد جسمانی آنکھیں نہیں بلکہ قلب وروح کی آنکھیں ہیں۔ مثال کے طور پر وہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں یہ یہ چیزیں یوں یوں دیکھیں یا خود رسول ﷺ کی روح پاک نے مجھ سے یہ القا فرمایا اور بسا اوقات ایسا ہوا کہ شاہ صاحبؒ روضہ اطہر پر حاضر تھے اور رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کی طرف متوجہ کہ ان کے دل پر بعض حقائق نقش ہوگئے' ان مشاہدات میں کہیں یہ بھی ہے کہ میں نے روح کی آنکھ سے یہ چیزیں دیکھیں۔ خانہ کعبہ سے مجھے نور کی شعاعیں نکلتی نظر آئیں' میں نے غزوۂ بدر کے شہداء کی قبروں سے نور پھوٹتا ہوا پایا' میں نے رسول اللہ ﷺ کی روح اقدس کو ظاہر اور عیاں دیکھا' آپ حالت انبساط میں میری طرف اس طرح ملتفت ہوئے کہ میں یوں سمجھا کہ گویا آپ نے مجھے اپنی چادر میں لے لیا' اس کے بعد آپ نے مجھے اپنے ساتھ لگا کر خوب بھینچا۔ آپ میرے سامنے رونما ہوئے اور مجھے اسرار ورموز سے آگاہ فرمایا۔ اس سلسلہ میں شاہ صاحب اپنے ایک خواب کا ذکر کرتے ہیں' جن میں آپ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو دیکھا اور آپ کو ان بزرگوں نے اپنے نانا رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام کا قلم ٹھیک کر کے عطا فرمایا اور رسول اللہ ﷺ کی چادر مبارک اڑھائی۔

علاوہ ازیں شاہ صاحب نے فیوض الحرمین میں جو کچھ لکھا ہے اس میں یہ بھی شامل ہے کہ:

1. پیغمبر قبروں میں زندہ ہوتے ہیں نمازیں پڑھتے اور حج کرتے ہیں۔ ان سے رابطہ کیا جا سکتا ہے اور مختلف امور میں ان سے رہنمائی لی جا سکتی ہے۔ (۲)

2. شاہ صاحب کے مجدد' ولی' قطب' امام' آخری نقطہ علم اور دنیا و آخرت کے مواخذہ سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مامون ہونے کے دعوے۔(۳)

3. وجوب تقلید خصوصاً وجوب حنفیت۔(۴)

4. ضعیف احادیث سے استناد۔(۵)

5. سالک پر یہ الہام ہونا کہ وہ تکلیفات شرعیہ کا مکلف نہیں رہا۔(۶)

کتاب کے مواد اور اسلوب کے بارے میں اب تک جو کچھ کہا گیا ہے وہ بعض لوگوں کے لیے سبب توحش بھی ہو سکتا ہے اور اختلافی تو وہ ہے ہی۔ خود ہمارے ہاں ماضی قریب تک مختلف دینی مسالک کے درمیان ان امور پر تند و تیز مذہبی بحثیں ہوتی رہی ہیں۔ تاہم ہماری رائے میں شاہ صاحب کے موقف پر معروضی انداز سے غور کرنے کے لیے کئی عوامل کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے جن میں سے تین بہت اہم ہیں۔ ایک ان کا فکری ارتقاء' دوسرے اس زمانے کے مخصوص دینی و سیاسی حالات اور تیسرے کشف و الہام کی شرعی حیثیت۔

ا۔ فکری ارتقاء

شاہ صاحب کے ان خیالات کا موازنہ اگر حجۃ اللہ البالغہ اور ان کی آخری زندگی کی دوسری تحریروں سے کیا جائے تو ایک فرق صاف نظر آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ محض پیغمبر کا کمال ہوتا ہے کہ اس کے ہاں فکری تدریج نہیں ہوتی اور نہ تناقض کا احتمال ہوتا ہے جہاں تک عام انسانوں کا تعلق ہے تو بڑے سے بڑے آدمی کو لیجئے اس کے ہاں آپ کو فکری ارتقاء نظر آئے گا اور ہمارے نزدیک یہ ہرگز قابل مذمت نہیں کہ یہ خاصۂ بشریت ہے۔ علم جب اکتسابی امر ہے تو وہ مختلف مراحل سے تو گزرے گا اس لحاظ سے دیکھا جائے تو شاہ صاحب کی فکری زندگی کے دو نمایاں ادوار ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ایک سفر حجاز سے پہلے کا دور' جس میں ان پر تصوف کا غلبہ نظر آتا ہے اور دوسرا سفر حج سے بعد کا دور جس میں ان پر بتدریج حدیث اور علوم حدیث کا غلبہ ہوتا گیا اور تصوف و تقلید کے اثرات معتدل ہوتے گئے اور اس کا اعتراف خود شاہ صاحب نے کیا ہے۔ مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت جب وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنے استاد حدیث علامہ ابو طاہر محمد بن ابراہیم المدنی کے پاس الوداعی ملاقات کے لیے گئے تو یہ شعر پڑھا(۷)

نَسِیتُ کل طریق کنت اعرفه
الا طریق یؤدینی إلی ربعکم

اور فارسی شاعر نے اس میں شیرینی کا اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

من آنچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الا حدیث یار کہ تکرار می کنیم(۸)

اور عربی وفارسی کے ذوق سے محروم اشخاص کے لیے اس کا یہ آزاد ترجمہ کیا جاسکتا ہے:

جو لکھا پڑھا تھا نیاز نے
سو وہ ایک دم میں بھلا دیا

۲۔ ماحول اور زمانہ کی رعایت

اس میں شک نہیں کہ بڑے آدمی محض زمانے اور حالات کی پیداوار نہیں ہوتے بلکہ ماحول اور زمانے کو بدل دینے والے اور انہیں ایک نیا رخ عطا کرنے والے ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود چونکہ انہیں اسی ماحول میں تجدید واصلاح کا کام کرنا ہوتا ہے اس لیے ان کے فکر و عمل کو اسی عہد کے پیمانوں سے ماپنا چاہئے نہ کہ کسی دوسرے عہد اور افکار کے حوالے سے چنانچہ خود شاہ صاحب نے "ہمعات" میں کہا ہے کہ:

"ارباب تصوف سے بحث کرتے وقت ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ان بزرگوں کے اقوال اور احوال کو ان کے زمانے کے ذوق کے مطابق جانچا جائے۔ اس سلسلہ میں یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ ہم ایک عہد کے ارباب تصوف کے اقوال اور احوال کو دوسرے عہد کے معیاروں سے ماپتے پھریں۔"(۹)

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ صاحب 'تجدید واحیائے دین' نے شاہ صاحب کی تجدیدی حکمت عملی پر جو نقد کیا ہے اس کی ایک وجہ اسی پیمانے کو سامنے نہ رکھنا ہے۔(۱۰) آیئے اب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیکھیں کہ وہ کون سے دینی اور سیاسی حالات تھے جن میں شاہ صاحب کا وہ اسلوب اور وہ فکر پروان چڑھتا جو ہمیں فیوض الحرمین میں جاری وساری نظر آتا ہے۔ (۱۱)

اس زمانے کا دینی ماحول

(الف) شیعہ سنی اختلافات

شاہ صاحب کے عہد میں اسلامی جمعیت کے اندر مستقل گروہ بن چکے تھے اور ہر گروہ اپنی انفرادیت پر مصر تھا۔ اور حالات ایسے تھے کہ ان کو اس طرح ایک کرنا کہ یہ سب کے سب اہل سنت والجماعت کی قیادت کو مان لیں، ناممکن تھا۔ پہلے مرکزی حکومت میں طاقت تھی اور سنی امراء کا زور تھا۔ بیشک اس زمانے میں شیعہ عناصر بھی رہے، لیکن ان کا زیادہ اثر نہیں تھا۔ شاہ صاحبؒ کے زمانے میں سنی امراء کے مقابلے میں ایرانی امراء کافی زور پکڑ رہے تھے اور اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لیے انہیں اس کے مواقع بھی حاصل تھے کہ وہ مرہٹوں جٹوں اور راجپوتوں کی مدد سے اپنے مخالفوں کے مقابل آسکیں۔ شیعہ اور سنی کی اس لڑائی میں ظاہر ہے اسلامی جمعیت کو نقصان پہنچتا۔ اس لیے اب ضرورت اس کی نہ تھی کہ "رفض" کے خلاف حضرت مجددؒ کی طرح کھلم کھلا جہاد کا اعلان کیا جاتا، بلکہ مصلحت اور دانشمندی کا تقاضہ یہ تھا کہ مسلمانوں کے ان دونوں گروہوں میں جہاں تک اسلامی اصول اجازت دیتے باہمی رواداری اور اتحاد پیدا کیا جاتا، تاکہ اسلامی جمعیت کے اس طرح کے داخلی اتحاد سے خارجی خطرات کا مقابلہ کرنا ممکن ہو سکتا۔

(ب) علماء وصوفیاء کا کردار

شاہ صاحبؒ کے زمانے تک اسلامی جمعیت کی غالب اکثریت اہل سنت پر مشتمل تھی۔ چنانچہ ان ہی کی اصلاح اور تنظیم سے اسلامی جمعیت کی نئی تشکیل ہو سکتی تھی، اہل سنت کی علمی اور روحانی قیادت اس وقت علماء اور صوفیاء کے ہاتھ میں تھی، لیکن بدقسمتی سے ان میں افکار وعقائد کی وہ یک جہتی نہ تھی جو وجود ملت کے استحکام کے لیے ضروری ہوتی ہے۔

صوفیاء عقیدہ وحدت الوجود میں گم باطنی زندگی کو سب کچھ سمجھے ہوئے تھے اور علماء کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صوفیاء سے بدگمانیاں تھیں اور وہ انہیں شریعت کی سیدھی راہ سے ہٹا ہوا پاتے تھے' شریعت اور طریقت کے اس ذہنی اور علمی تضاد کو دور کرنے کا خیال بھی شاہ صاحبؒ کے پیش نظر تھا۔

(ج) فقہ حنفی

اس زمانے میں علماء اہل سنت کا یہ حال تھا کہ وہ فقہی تعصب اور ذہنی جمود میں بری طرح مبتلا تھے' وہ فقہ حنفی ہی کو اسلام کا مترادف سمجھتے' اور اس میں اتنا تشدد برتتے کہ کسی کا حنفی نہ ہونا ان کے نزدیک اسلام سے خروج سمجھا جاتا۔ ظاہر ہے یہ صورت حال اسلامی ذہن کی موت تھی' اور اسی کا نتیجہ تھا کہ جماعتی زندگی میں اسلام کے اصل سرچشموں یعنی قرآن اور حدیث سے استفادہ کرنے کا رجحان اور دنیا میں آگے بڑھنے اور نئے فکری حالات کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ مفقود ہو گیا تھا۔ یہ سب صحیح' لیکن ہندوستان کے مسلمانوں کی عام حالت یہ تھی کہ وہ فقہ حنفی کے سوا کسی اور فقہی مذہب کا نام تک سننے کو آمادہ نہ ہو سکتے تھے وہ صدیوں سے فقہ حنفی ہی کو اسلام کی واحد تعبیر جانتے اور مانتے چلے آئے تھے۔ اب اگر ان کی علمی اور مذہبی اصلاح کا کوئی امکان ہو سکتا تھا تو اس کی صرف یہی صورت تھی کہ فقہ حنفی کی ایسی تعبیر کی جاتی جس سے حنفی فقہ سے کسی کا تعلق بھی نہ ٹوٹتا اور وہ فقہی جمود سے بھی نکل سکتے۔ چنانچہ فیوض الحرمین میں فقہ حنفی کے متعلق اسی طرح کے مکاشفات ملتے ہیں۔

اس زمانے کا سیاسی ماحول

شاہ صاحبؒ جب پیدا ہوئے تو اورنگ زیب عالمگیر کی حکومت تھی چار برس کے تھے کہ عالمگیر کا انتقال ہو گیا' اور اس کے بعد گیارہ سال کے قلیل عرصے میں یکے بعد دیگرے پانچ بادشاہ دہلی کے تخت پر بیٹھے اور ۱۱۳۱ھ میں شاہ صاحب نے اپنے والد کے مدرسے میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا تو چھٹے بادشاہ محمد شاہ کے سر پر ہندوستان کا تاج شاہی رکھا گیا' اس کی حکومت کے بارہ سال دیکھ کر آپ حج کو گئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دہلی کے یہ انتیس سال بڑے سخت سیاسی خلفشار میں گزرے' عالمگیر کے مرتے ہی اس کے تین بیٹوں میں لڑائی ہوئی' دو تو میدان جنگ میں کام آئے' اور بڑا بیٹا بادشاہ بنا۔ چار سال حکومت کرنے کے بعد وہ فوت ہوا تو اس کا بیٹا جہاندار شاہ تخت پر بیٹھا اور ایک سال کے اندر اندر اپنے بھتیجے فرخ سیر کے ہاتھوں مارا گیا' فرخ سیر کو سادات بارہہ نے بادشاہ بنایا تھا۔ لیکن ان میں اور بادشاہ میں زیادہ دیر تک نبھ نہ سکی چنانچہ طرفین ایک دوسرے کو گرانے کی برابر کوشش کرتے رہے جس کا بالآخر یہ نتیجہ نکلا کہ فرخ سیر کو سادات بارہہ نے سخت عقوبتوں کے بعد مار ڈالا۔ چند ماہ کے اندر دو اور بادشاہ تخت پر بیٹھے اور پھر محمد شاہ کو تخت پر بٹھایا گیا' اس پر دو سال بھی نہ گزرے تھے کہ نظام الملک نے سادات بارہہ کو شکست دے کر بادشاہ کو ان کے پنجے سے نجات دلائی۔ یہاں سے محمد شاہ رنگیلا کا دور حکومت شروع ہوتا ہے۔

اس طرح اور اتنی جلدی بادشاہوں کے بدلنے سے ایک طرف مغل سلطنت کا وہ رعب و دبدبہ جو اکبر' جہانگیر اور عالمگیر کی طویل اور مضبوط حکومتوں کی وجہ سے قائم ہو چکا تھا' کمزور پڑنے لگا۔ چنانچہ ملک میں ہر طرف شورشیں شروع ہو گئیں۔ دوسری طرف شاہی خاندان کی باہمی جنگوں نے امرائے سلطنت کو خود سر بنا دیا اور وہ ایک دوسرے کے خلاف مرہٹوں' راجپوتوں اور جاٹوں سے مدد لینے لگے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان قوموں کو یہ معلوم ہو گیا کہ اکبر و عالمگیر کے جانشیوں کا بس نام ہی نام رہ گیا ہے' محمد شاہ اگر کسی قابل ہوتا تو شاید اس کے عہد حکومت میں جو خلاف توقع کافی لمبا تھا مغل سلطنت کی کچھ حالت سدھر جاتی لیکن وہ تو محض عیش و عشرت کا بندہ تھا۔ چنانچہ معاملات روز بروز خراب ہوتے گئے اور شاہ صاحبؒ کی حج سے واپسی کے چند سال بعد تو نادر شاہ کے حملے سے سلطنت کا سارا بھرم ہی جاتا رہا۔

یہ تھی سلطنت دہلی کی حالت' جو شاہ صاحبؒ اپنی نظروں سے دیکھ رہے تھے یہی وہ زمانہ ہے جس میں مرہٹوں کو رعائتیں دی گئیں اور بادشاہ کی طرف سے انہیں دکن سے چوتھ وصول کرنے کا حق عطا ہوا اس سے ان کے حوصلے اور بڑھ گئے اور وہ شمالی ہند پر قابض ہونے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی تدبیریں کرنے لگے راجپوتوں کو مطمئن کرنے کے لیے جزیہ کی منسوخی کا اعلان ہوا۔ ادھر آگرے کے نواح میں جاٹوں نے سر اٹھایا' اور پنجاب میں سکھوں نے شورشیں برپا کرنی شروع کر دیں' سب کو وقتی طور پر دبا دیا گیا لیکن دیکھنے والے دیکھ رہے تھے کہ کفار کا سیلاب بڑھتا چلا جا رہا ہے اور اس کا روکنا اب روز بروز مشکل ہوتا جائے گا۔

مسلمانوں کو اور اسلامی سلطنت کو ان خطرات میں گھرا ہوا پا کر یقیناً شاہ صاحب کو رہ رہ کر یہ خیال آتا ہو گا کہ کوئی ایسی تدبیر ہو جس سے مسلمانوں کی بگڑی ہوئی حالت درست ہو جائے' ان کی جمعیت کا شیرازہ پھر سے بندھ جائے' مسلمان امراء میں اتفاق و اتحاد ہو' ان کے اخلاق سدھر جائیں اور اس طرح مسلمانوں کو نئی زندگی ملے اور اسلامی سلطنت تباہی کے اس نرغے سے نکل جائے۔ چنانچہ اس کے لیے ضرورت تھی کہ شیعہ اور سنی نزاع ختم ہو' اہلِ تصوف اور ارباب شریعت میں جو بُعد پیدا ہو گیا تھا' وہ نہ رہے' علماء اپنا کام کریں اور صوفیاء اپنے فرائض انجام دیں' اسلام کی صحیح تعلیمات لوگوں تک پہنچیں اور دین کی تجدید کے ساتھ ملت کی بھی نئی تشکیل ہو۔

۳۔ کشف والہام کی شرعی حیثیت

مسلمانوں کے ہاں علوم کے روایتی منابع دو ہی ہیں : نقل اور عقل لیکن صوفیاء نے ہمارے ہاں ایک تیسرا منبع اور ماخذ بھی متعارف کروایا ہے جسے کشف والہام کہا جاتا ہے۔ اقبال اس ذریعہ علم کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے :

"قلب ایک طرح کا باطنی وجدان یا بصیرت ہے جو ہمیں حقیقت کے ان پہلوؤں سے روشناس کراتا ہے جو ہمارے حواس سے پرے ہیں۔ اس کو باطنی پر اسرار اور فوق الفطری کہنے سے اس کی قدر و قیمت بحیثیت ایک ذریعہ علم کے کم نہیں ہو جاتی۔ بنی نوع انسان کا سارا الہامی اور صوفی ادب اس بات کا قوی ثبوت ہے کہ مذہبی واردات کا سلسلہ تاریخ انسانی میں نہ صرف شروع سے موجود رہا بلکہ اس نے تاریخ پر کافی اثر بھی ڈالا ہے۔ اس لیے اسے محض فریب کہہ کر رد نہیں کیا جا سکتا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ عام سطح کے انسانی تجربات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو تو حقیقی مان لیا جائے اور جن دوسرے ذرائع سے انسان کو علم حاصل ہوا انہیں باطنی اور جذباتی کا نام دے کر مسترد کر دیا جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ جہاں تک انسان کے تجربی علم کا سوال ہے' اس معاملے میں مذہبی واردات کی وہی حیثیت ہے جو دوسرے ذرائع علم کی ہے' جن سے انسان کو عام زندگی میں واسطہ پڑتا ہے"۔ (۱۲)

لیکن سوال یہ ہے کہ اس ذریعہ علم کی نوعیت اور شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہمارے دینی مآخذ معروف و معلوم ہیں یعنی قرآن و سنت۔ اس کے بعد جو ذریعہ علم بھی ہو خواہ وہ اجتہاد ہو یا کشف و الہام' اسے قرآن و سنت کی میزان پر ہی تولا جائے گا اور جس امر کو مطابق قرآن و سنت سمجھا جائے گا اسے ہی قبول کیا جائے گا۔ کسی مجتہد کا اجتہاد اور کسی صوفی کا الہام صرف اس کی اپنی ذات ہی کے لیے حجت اور سند ہوتا ہے۔ دوسرے اس کے سامنے بلا شرط سر جھکانے کے مکلف نہیں ہوتے الا یہ کہ کوئی اسے صحیح اور مطابق قرآن و سنت سمجھے۔

اجتہاد اور الہام میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ اجتہاد ایک شرعی فریضہ ہے اور اس کا عامل صحیح احادیث کی رو سے مستحق اجر و ثواب ہے خواہ وہ غلطی ہی کیوں نہ کر جائے اور صحیح فیصلے پر نہ پہنچ سکے۔ (۱۳) اس کے برعکس کشف و الہام کوئی شرعی فریضہ نہیں اور نہ اس کا عامل کسی اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے بلکہ یہ محض ایک شخص کی باطنی واردات ہے اور وہ دوسروں کے لیے حجت نہیں ہوتی الا یہ کہ کوئی شخص صاحب کشف و الہام کو سچا سمجھے اور اس کے بیان کو مطابق قرآن و سنت جانے۔ محض کشف و الہام کے الفاظ میں کوئی تقدس پنہاں نہیں کہ اسے بلا شرط و قیود تسلیم کر لیا جائے۔

یہ بھی ایک پیچیدہ اور فنی بحث ہے کہ خود کشف و الہام کا منبع کیا ہوتا ہے؟ ہمارے نزدیک یہ متعدد داخلی اور خارجی عوامل اور محرکات کا نتیجہ ہوتا ہے اور اسے ہر حالت میں سو فیصد خدائی فیصلہ قرار دینا صحیح نہیں ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ صاحب الہام اپنی واردات قلبی کا صحیح تعین نہ کر سکے اور اس کی تعبیر میں غلطی کر جائے۔ شاہ غلام علی مجددی (۱۴) اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقبال(۱۵) اس امکان کو تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ الہام اللہ کی بجائے شیطان کی طرف سے ہو اور وصول کرنے والا اس فرق کو نہ سمجھ سکے مثلاً اس طرح کا الہام کہ تم پر شریعت کی پابندی ضروری نہیں رہی (۱۶) یا تم پیغمبر ہو (۱۷)۔ خود قرآن اس طرح کی دراندازی کو تسلیم کرتا ہے (۱۸) اور محتاط صوفیاء بھی اس طرح کے امکان کو رد نہیں کرتے۔ چنانچہ شیخ احمد سرہندیؒ نے اپنے مکتوبات میں اس امکان کو تسلیم کیا ہے۔ (۱۹) اور بعض اوقات ملہم اخلاص نیت کے باوجود اپنے نفس کے ہاتھوں دھوکہ کھا جاتا ہے چنانچہ مشہور نو مسلم فرانسیسی مفکر عبدالواحد یحیٰی اس ضمن میں کہتے ہیں کہ مہدی وغیرہ کے بارے میں جو احادیث پائی جاتی ہیں ان میں کچھ نہ کچھ حقیقت تو ضرور ہے لیکن بعض صوفیاء نے وفور جوش میں اپنے کشف و الہام سے دھوکہ کھا کر ان کا اطلاق اپنی ذات پر کرنے کی کوشش کی ہے۔ (۲۰)

ہمارے کہنے کا مدعا یہ ہے کہ فیوض الحرمین میں کشف و الہام پر مبنی مشاہدات کا بیان ہو یا دیگر صوفیاء کے کشف و کرامات، قرآن و سنت ان سب پر مہیمن ہیں اور ان میں سے وہی کچھ قبول کیا جائے گا جو کسی کے نزدیک مطابق قرآن و سنت یا ادلہ شرعیہ کی رو سے اقرب الی الصواب ہو لہٰذا نہ ان کشوف و الہامات پر تنقید سوئے ادب ہے اور نہ یہ حق و باطل کا معیار ہیں۔

خلاصہ یہ کہ فیوض الحرمین میں شاہ ولی اللہ صاحب نے جن افکار و آراء کا اظہار کیا ہے ان پر معروضی انداز سے غور کرنے کے لیے ہمیں ایک تو ان کے فکری ارتقاء کو سامنے رکھنا چاہیئے کہ آخری عمر میں حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ میں ان کے افکار میں کافی اعتدال اور ٹھہراؤ نظر آتا ہے۔ دوسرے یہ کہ شاہ صاحبؒ کے افکار و آراء پر غور کرتے ہوئے اس زمانے کے مخصوص دینی و سیاسی حالات کو بھی ذہن میں رکھنا چاہیئے۔ تیسرے یہ کہ شاہ صاحب کی قدر و منزلت مسلم اور بڑائی اپنی جگہ لیکن دین بہر حال قرآن و سنت کا نام ہے اور کسی بڑے سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بڑے آدمی کے کشف و الہام کو بھی صرف اسی وقت صحیح اور قابل عمل تسلیم کیا جانا چاہئے جب وہ اپنے عموم میں قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق ہو اور جزئیات میں لوفق بالقرآن والسنۃ اور اقرب الی الصواب ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حواشی و مراجع

۱۔ فیوض الحرمین' مترجم پروفیسر سرور جامعی' سندھ ساگر اکادمی لاہور ۱۹۴۷ء ص ۵۱

۲۔ ایضاً' ص ۱۱۸۔ ۱۱۵

۳۔ ایضاً' ص ۱۶۰۔ ۲۳۳' ۲۹۷

۴۔ ایضاً' ص ۲۲۷' ۳۳

۵۔ جیسے یہ حدیث کہ "تو نہ ہوتا تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا" صفحہ ۱۸۷۔

۶۔ ایضاً' ص ۱۰۶

۷۔ ملفوظات شاہ عبدالعزیز' پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز کراچی ۱۹۶۰' ص ۹۳

۸۔ مناظر احسن گیلانی' تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ' بساط ادب لاہور ۱۹۶۸' ص ۲۹۲

۹۔ شاہ ولی اللہ' ہمعات مترجم سرور جامعی' سندھ ساگر اکادمی' لاہور' ۱۹۴۶' صفحہ ۵۲

۱۰۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی' تجدید و احیائے دین' اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور' ۱۹۶۳ء' ص ۱۱۹

۱۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مشاہدات و معارف کے ابتدا میں پروفیسر سرور جامعی کا پیش لفظ۔

(12)Allama Muhammad Iqbal, Reconstruction of Religious Thought in Islam, Ed. M. Saeed Shaikh, Iqbal Academy/ Institute of Islamic Culture, Lahore, 1987, p-13

۱۳۔ صحیح بخاری جلد ۷' ص ۱۵۷' طبع استنبول ۱۴۰۱ھ

۱۴۔ ملفوظات شاہ غلام علی مجددی "دارالمعارف" بحوالہ مضمون پروفیسر منور مرزا بعنوان علامہ اقبال اور خطائے الہام' نوائے وقت لاہور' ۹ نومبر ۱۹۹۲ء۔

۱۵۔ **Iqbal, Reconstruction, P-13**

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۶۔ حیرت ہے کہ شاہ ولی اللہ اس کے امکان کو تسلیم کرتے اور اس کی تاویل کرتے ہیں ملاحظہ ہو فیوض الحرمین ص ۱۰۶۔

۱۷۔ جیسے مرزا غلام احمد قادیانی کے الہامات نبوت و مہدی موعود و اوتار وغیرہ

۱۸۔ الناس ۱۱۴: ۶'۵؛ النساء ۴: ۲۰۔۱۱۷؛ اعراف ۷: ۲۷ وغیرہ

۱۹۔ مکتوبات مجدد الف ثانی 'ملک فضل الدین و چنن دین' لاہور ص ۱۰'۲۱۴

(20)Abdul Wahid Yahya , The Reign of Quantity and the Signs of the Times, Suhail Academy, Lahore, p-306-7

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com